مجھے تو ابنِ صفی اپنے عہد کا سب سے بڑا فنکار نظر آتا ہے۔ تنہا، منفرد اور اکیلا۔ مجھے تو گزشتہ تیس برسوں تک پھیلی ہوئی تاریخ ابنِ صفی کی تاریخ نظر آتی ہے۔ یہ عہد ابنِ صفی کا نظر آتا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ابنِ صفی کو آواز دوں اے اس عہد کے عظیم مصنف اپنے عہد کا سلام قبول کر

پیام اعظمی

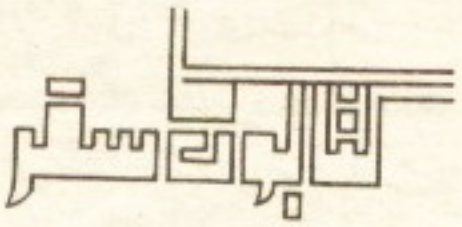

اس سفر کی ابتداء آج سے تقریباً تیس سال پہلے میں نے بچوں کی چھوٹی چھوٹی کہانیوں کی کتابوں سے کی تھی اور آج علمائے عراق و ایران کے قلم کی چھاؤں میں سانس لے رہا ہوں۔

ہر تیز رو کے ساتھ تھوڑی دور چلنا میرا مزاج رہا ہے۔ کہانیوں سے گزر کر ناولوں تک رسائی ہوئی اور صادق سرھندوی و اسلم جیراج پوری اور نسیم حجازی جیسے مصنفین کو پسند کرنے لگا تھا لیکن قوم کے سطحی اور جاہلیت زدہ مذہبی جذبات کو ہیجان میں لانے والے یہ مصنف زیادہ دنوں میرا ساتھ نہ دے سکے۔ رفتہ رفتہ اس نامعقول اور غیر منطقی طرز تحریر سے وحشت ہونے لگی۔ اب ان کتابوں کو چھونا بھی گوارا نہ تھا۔

کیونکہ اب میں آگے بڑھ چکا تھا۔ اب میرے ساتھ کرشن چندر، بیدی، منٹو، عصمت چغتائی، ابنِ سعید اور شکیل جمالی تھے۔ میں ان مصنفین کو پڑھنے لگا۔ طبقاتی کشمکش، سماجی بے انصافی۔ سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیاں اب میرے فکر کا محور تھیں۔ میں انہیں عظیم ادب سمجھ کر پڑھتا رہا لیکن رفتہ رفتہ ذہن یہاں بھی

اُکتاہٹ کا شکار ہوا۔

اور اب میں نے تنقیدی ادب پڑھنا شروع کیا۔ اب میرے ساتھ پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر اعجاز، آل احمد سرور، کلیم الدین کے ادب پارے تھے۔ ان کتابوں کو پڑھتے ہوئے محسوس کرتا تھا کہ فکر میں گہرائی و گیرائی پیدا ہو رہی ہے۔ خیالات میں وسعت آ رہی ہے۔ دماغ کو روشنی مل رہی ہے۔ لیکن روشنی کا یہ احساس بھی بالآخر ختم ہو گیا اور معلوم ہوا کہ یہاں بھی خود ساختہ فارمولوں، نظریاتی گھروندوں اور چند مخصوص اصطلاحوں کے علاوہ کچھ نہیں۔

سفر آگے بڑھا اب میں نے مولانا مودودی، سید قطب حسن البنا جیسے مصنفین کی کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ کچھ سکون ملا، کچھ اُلجھن پیدا ہوئی۔ بہت سے سوالات کے جوابات ملے۔ بہت سے سوالات ذہن میں پیدا ہوئے۔ اطمینان و مایوسی، امید و بیم، اندھیرے اُجالے کے اسی دوراہے سے ذرا آگے بڑھا تھا کہ شہید آقائے صدر مطہری، ڈاکٹر شریعتی علامہ جوادی کی تصنیفات سے سابقہ پڑ گیا اور ایسا لگا جیسے منزل مل گئی ہو۔ اب کھڑے ہونے کے لیے میرے پاؤں کے نیچے زمین بھی ہے۔ سانس لینے کے لیے تازہ ہوا بھی ہے ٹیک لگانے کے لیے عقیدے کی مضبوط دیوار بھی۔ ساری گھٹن ختم ہو چکی ہے۔ پورے سفر کی تشنگی بجھ چکی ہے کیونکہ ان کتابوں نے مجھے اس آخری کتاب تک پہنچا دیا ہے جسے قرآن کہتے ہیں۔

لیکن اس پورے سفر میں ابنِ صفی نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا کل بھی میرے ساتھ تھے اور آج بھی میرے ساتھ ہیں۔ ہر منزل ہر موڑ اور ہر مرحلے پر میں اس عظیم فنکار کی اُنگلی تھامے رہا۔

فکر میں انقلاب آتے ہے۔ نگاہ کے زاویے بدلتے رہے زندگی کی قدروں کے بارے میں نقطۂ نظر تبدیل ہوتا رہا۔ جسے اچھا سمجھا تھا خراب نظر آنے لگے۔ جسے پانی سمجھا تھا وہ سراب دکھائی دیا۔

مگر ابنِ صفی دل و دماغ کی اسی سطح پر آج بھی ہیں جہاں پہلے تھے۔ جھوٹ کیوں بولوں کل ان کے ناول ہوٹلوں میں بیٹھ کر پڑھتا تھا۔ آج مسجد میں بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔

قومی ادب کے سارے ملبے کو اپنے دماغ کی سطح سے ہٹا چکا ہوں اور قوم کے بارے میں تمام مفروضہ تصورات مٹ چکے ہیں اب تو قوم کا صرف ایک ہی تصور ہے: حزب اللہ، کا تصور۔ بس۔ لیکن یادداشت کے خانے میں ابن صفی کے ناول کا یہ جملہ پوری آب و تاب کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔

(قومیں خون اور مٹی سے نہیں بنتیں قومیں نظریہ سے بنتی ہیں) (دوسرا پتھر)

اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ دیہات میں گزار کر جب میں باہر نکلا اور دُنیا دیکھی تو کہیں حیرت اور اجنبیت کا احساس نہیں ہوا۔ سمندروں کا نظارہ کیا، برف پوش پہاڑوں کو دیکھا، طیاروں کا سفر کیا، بڑے ہوٹلوں میں گیا۔ قبائلی زندگی دیکھی، سکون کی تلاش میں بھٹکنے والے ہپیوں کو دیکھا، منشیات کا بے دریغ استعمال دیکھا۔ مگر ہر منظر میرے لیے جانا پہچانا تھا۔ ہر چیز سمجھی ہوئی تھی۔ ابنِ صفی گائیڈ کر رہے تھے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ 'منکرینِ ادب' کے پاس ادب کو ناپنے کا وہ کون سا پیمانہ ہے جس کے ذریعہ وہ کسی ادب یا ادیب کی عظمت اور قدر و قیمت کا تعین کرتے ہیں۔

اگر کسی فنکار کی مقبولیت اس کی بڑائی کی دلیل ہے تو ذرا انصاف سے بتائیے کہ اس دور میں کیا کوئی دوسرا مصنف بھی ابنِ صفی سے زیادہ مقبول رہا ہے؟ کیا کسی دوسرے اہلِ قلم کی کتاب کے انتظار میں لوگوں کو لائن لگائے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

اگر کتاب کی اہمیت اس کی اشاعت سے طے کی جا سکتی ہے تو اس پورے برصغیر کے اس مصنف کا نام کیا ہے؟ جس کی اشاعت ابنِ صفی سے آگے ہو۔

ابنِ صفی کا ہر شمارہ ہزاروں کی تعداد میں بیک وقت ہندوستان میں بھی چھپتا تھا اور پاکستان میں بھی۔ اس کے بعد بھی لوگ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرتے تھے۔

اگر فنکار کی عظمت کا راز اس کے دیرپا اثرات اور متاثر کرنے کی صلاحیت میں مضمر ہے تو اس مصنف اور کتاب کا نام بتائیں کہ جسے بار بار پڑھنے کے بعد بھی قاری بے مزا، نہ ہو۔ ابنِ صفی کی کوئی کتاب خواہ کتنی ہی بار پڑھ چکے ہوں ایک مرتبہ پھر اٹھائیے دس صفحات پڑھنے کے بعد اگر بغیر پڑھے کتاب رکھ دیں تو میں اپنے الفاظ واپس لے لوں گا۔

لیکن نہیں آج کا بڑا ادب، بڑا ادب تو ان کتابوں میں پوشیدہ ہے جنہیں پڑھنے کے بعد اسپرو کی گولیاں کھانی پڑیں، بڑا ادب تو وہ ہے جو اپنے پڑھنے والوں کو ذہنی کرپشن میں مبتلا کر دے۔ کیونکہ ان کتابوں پر ادب کے چند ٹھیکیداروں کی مہر تصدیق ثبت ہے اور ابنِ صفی کی کتابوں پر کروڑوں عوام کی مہر تصدیق۔ بھائی میں تو سیدھا سا آدمی ہوں۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھتا ہوں۔ خالق و مخلوق کے بیچ میں یہ لات و ہبل کہاں سے آ گئے۔

اور اگر بڑے ادب کی شناخت اس کی خدمات کے پھیلاؤ سے ہوتی ہے تو للہ مجھے بتایا جائے کہ تقسیم کے بعد جب اُردو گھر سے بے گھر ہو رہی تھی تو کس مصنف نے اپنی بے پناہ تصنیفات کے حصار میں اسے پناہ دی۔ اُردو جب میزوں پر اور کمروں میں گھٹ گھٹ کر دم توڑ رہی تھی تو کس نے اسے اپنی کتابوں کے ذریعے شاہراہوں، ہوٹلوں، پارکوں اور جلسہ گاہوں تک بلکہ چوراہوں پر کھڑے رکشہ والوں تک پہنچا دیا۔

نئی نسل کو اُردو پڑھنا کس نے سکھایا اس نسل کو جو اسکولوں میں صرف ہندی پڑھ رہی تھی۔

اگر ادب کی عظمت صرف یہ ہے کہ اس نے اپنے پڑھنے والوں کے اخلاق کو کتنا سنوارا۔ شریفانہ جذبات کو کتنا اُبھارا، کردار سازی کہاں تک کی۔ تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ابنِ صفی کے معاصرین میں کوئی اس میدان میں ان کی گرد سفر بھی نہ پا سکا۔

ابنِ صفی کی کتابوں نے نہ بے راہ روی پیدا کی، نہ جنسی ہیجان میں مبتلا کیا نہ لادینیت کو ہوا دی، نہ بد اخلاقی پر اُکسایا۔ غور سے پڑھیے ابنِ صفی کے ناولوں میں مذہب و اخلاق سیرت و کردار کے بے شمار چمن زار آباد نظر آئیں گے۔

یقین مانیے آزادی کے بعد پیدا ہونے والے، کرب، خوف اور مایوسی سے گھبرائی ہوئی نسل کو سینما ہاؤس، شراب خانوں اور بازارِ حسن سے محفوظ رکھنے والا صرف ابنِ صفی تھا۔ اس کی کتابیں مونس تنہائی اور شریکِ غم بن کر ہم سب کا ساتھ دے رہی تھیں۔ ان کتابوں نے صاحبانِ جبہ و دستار کو بھی سہارا دیا ہے اور ہم جیسے گنہگاروں کو بھی۔ ادبی دُنیا کے وہ بقراط صفت لوگ بھی جو دن کی روشنی میں ابنِ صفی کی تصنیف پر تنقید کرتے تھے رات کو ابنِ صفی کی کتابوں میں پناہ لیتے تھے۔ ابنِ صفی نے ٹھیک کہا تھا۔

"میری جگہ الماریوں میں نہیں تکیوں کے نیچے ہے"۔

اور اگر بڑا ادب وہ ہے جو بہت دن زندہ رہے تو کہنے دیجیے کہ ابنِ صفی زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ گلیوں میں، گھروں میں، باورچی خانوں میں، بستروں پر زندہ رہے گا۔ چند ادبی احمقوں کے چھوٹے سے حلقے میں زندہ رہنا اور ہے اور کروڑوں عوام کے دل کی دھڑکن بن کر زندہ رہنا اور۔

اور یہ کہ ابنِ صفی کو نظر انداز کرنا کہ ان کا موضوع، جُرم و سزا، مار دھاڑ کے علاوہ کیا ہے۔ کیا جُرم و سزا زندگی کی تلخ حقیقت نہیں ہے؟

کیا جرائم کسی دوسرے سیارے کی چیز ہیں؟ کیا جرائم پیشہ افراد سے ہمارا سماج خالی ہے۔ جرائم کے علاوہ ہماری دُنیا میں ہے کیا؟ کیا محلّے کے غنڈے سے لے کر بڑی طاقتوں کی کرسیٔ صدارت تک جرائم کا سلسلہ نہیں پھیلا ہوا ہے۔ پھر ابنِ صفی نے کیا بُرا کیا اگر جُرم سزا کی علامت بنا کر زندگی کے ٹھوس حقائق سے ہم کو آشنا کیا۔ جُرم و سزا ان کا ہدف نہیں بلکہ ذریعہ ہیں مظروف نہیں بلکہ ظرف ہیں۔ صرف جام دیکھ کر فیصلہ نہ کیجیے اس میں چھلکنے والے آبِ حیات کو تو چکھیے۔ یہ بھی تو دیکھیے کہ اس بنجر زمین پر ابنِ صفی نے علم و فن کے کتنے گلاب کھلائے ہیں۔

جُرم و سزا سے وہ آرٹ کے لیے صرف چوکھٹے کا کام لیتے ہیں ورنہ ان کا اصل موضوع زندگی ہے چلتی پھرتی متحرک اور فعال زندگی کراغال کی وادیوں سے لے کر کینا کماری تک پھیلی ہوئی زندگی۔ فرق اتنا ہے کہ جب دوسرے فنکار زندگی کی چھوٹی چھوٹی حقیقتوں کو اُلجھا کر بہت بڑا فلسفہ بنا رہے تھے ابنِ صفی بڑے بڑے فلسفیانہ اُلجھاؤ اپنے تفریحی طنزیہ اور آسان جملوں میں منتقل کر رہے تھے۔

لوگ جب زندگی کی تلخ حقیقتوں کو بھیانک بنا کر لوگوں کی نیند حرام کر رہے تھے ابنِ صفی انہیں تلخیوں میں شیرینی گھول رہے تھے۔

لوگ جب زندگی کو ادب کے مختلف خانوں میں بانٹ رہے تھے ابنِ صفی پوری زندگی ایک وحدت اور اکائی بنا کر پیش کر رہے تھے۔ سب زندگی کا پوسٹ مارٹم کر رہے تھے ابنِ صفی تعمیر و تہذیب میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند۔

دوسروں کی آنکھ سے دیکھنے کا فن مجھے کبھی نہ آیا جو کچھ دیکھا اپنی آنکھ سے دیکھا اور بغیر کسی ازم اور نظریے کی عینک لگائے۔ مجھے تو ابنِ صفی اپنے عہد کا سب سے بڑا فنکار نظر آتا ہے۔ تنہا، منفرد اور اکیلا۔ مجھے تو گزشتہ تیس برسوں تک پھیلی ہوئی تاریخ ابنِ صفی کی تاریخ نظر آتی ہے۔ یہ عہد ابنِ صفی کا عہد نظر آتا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ابنِ صفی کو آواز دوں۔

اے اس عہد کے عظیم مصنف اپنے عہد کا سلام قبول کر۔